

حستینی۔ ہنس حضور کیا محال بغیر آپ کی مرضی کے کوئی بات ہو سکتی ہے۔
تحوڑی دیر میں سوار ہو کے چلتی ہوئیں، نواب صاحب منہ دیکھ کے
رہ گئے۔

آج بھی خاطر خواہ رو پیہ اٹھا، نوکر دل چاکر دل نے انعام پایا، بیگم صاحبہ
کی فرمائشیں پوری کی گئیں۔ چار تھان ممل کے بھیجو۔ دو تھان اطس کے ابھی
روانہ کر دو۔

نواب صاحب۔ تو پھر آخر کیا ہو گا۔

حستینی۔ حضور جو دنیا زمانہ کا قاعدہ ہے رقعتہ دیجئے ہم بڑے حضور کے
پاس لے جائیں۔ اُدھر سے ہم لوگ بیگم کی طرف سے رضا مندی کا انٹھا رکھیں گے
دھوم دھام سے شادی ہو جائے گی۔

نواب صاحب نے دار و عنہ صاحب اور جملہ مصباحین سے مشورہ کیا۔ بیٹھنے
اس رائے کو پسند کیا، اب یہ سوال پیدا ہوا کہ رقعتہ کون لے جائے گا، حستینی
اس کی ذمہ دار ہوئی۔ میں رقعتہ پہنچا دوں گی، جواب لادوں گی۔ شادی بھرداں گی
ماجنہ آئے گا۔ مگر حضور مابخش کے دن سولے کے گڑے بھاری جوڑہ اپہن کے
بادر گی۔

شہزادی۔ یوہ تھی وہ اس فکر میں لگی ہوئی تھی کہ رئیس کے گھر میں بیٹھائے
آخری کے محل میں نوکری کرنے کا مشایہ تھا کہ کسی طرح نواب خورشید مرزا سے
آنکھ لڑا کے تعلق کرلوں، اس ارادے کے پورا کرنے کے لئے بڑی کوشش کی،
خوب بنتی سنواری رہتی تھی کسی نہ کسی بہانے سے خورشید مرزا کے سامنے آ جایا کریں
تھی۔ کہیں پان بنائے لئے جاتی ہے، باہر سے وہ آئے گڑے اتار لے بکھری ہو گئی
خورشید مرزا کو پہلے تو چند اس خیال ہنس ہوا جب کئی بار یہ حکم دیکھیں سمجھہ گئے

آخری سے کہہ کے منع کر دیا۔ پہاں شہزادی کی آس ٹوپی۔ ادھر یہ مشغله مل گیا، گوہر مَرزا اخْرَى بِكِم کے دھوکے میں گر فتاہ ہو گئے۔ شہزادی کو خوف تھا کہ اس راز کے کھلنے پر نواب گوہر مَرزا سُنرا نہ دیں اس لئے اس نے دو تین مرتبہ گی آمد درفت کے بعد سامنا کر کے نواب گوہر مَرزا کو اپنی صورت کا دیوارہ بنالیا۔ اب اُس کو یہ انذیثہ جاتا رہا اگر راز کھل بھی جائے گا تو دھنڈلا کے احمد بنالوں کی۔ مُرد اکیا بنالے گا۔

واقعی شہزادی نے دو ہی دن میں گوہر مَرزا کو اپنا فراغیہ ایسا کر لیا کہ راز کھلنے کے بعد گوہر مَرزا کی زبان سے ایک حرف شہزادی کے خلاف نہ نکل سکا۔

شہزادی۔ بس مردوں سے جائیداد ڈھونڈھتے ہیں، آدمی سے کوئی عرض نہیں اخْرَى بِكِم سے میں کس بات میں کم ہوں ذات پات، صورت سُکل، ہاں روپیہ پسیہ میرے پاس نہیں ہے۔ روپیہ ہے کیا، ہاتھ کا میل ہے۔

گوہر مَرزا۔ تو پھر تم نے فریب کیوں کیا۔ چلے سے کہدا ہوتا۔

شہزادی۔ سُکن! نواب بات یہ ہے۔ اتنا کہہ کے گردن۔ جھکا کے چپ ہو رہی۔ گوہر مَرزا۔ ہاں کہو ہے کہتے کیوں رُک گئیں۔ بات نہ چبا یا کرو۔ یہ بُری بات ہے۔

شہزادی بھر تھرما کے۔ اب اس کو نہ پوچھو، ایسی ہی کچھ بات ہے میرے مٹے سے نہیں نکلتی۔ حسینی کو آنے دو۔ بلا بھجو۔ حسینی کو دیکھتے ہی خوب اچھے موقع پر آئیں، اچھا بُو احسینی نواب کو سمجھا و کہ یہ میں اُن سے دوسرے کا نام لے کے کیوں ملی۔

حسینی را اول درجہ کی مشاق کسی تھی پہلے ہی سے بات بنار کھی تھی، اچھا

تو اب کہہ دوں، نواب صاحب آپ کو تو خوش ہونا چاہئے۔ شہزادی بِكِم کی ایسی بیوی آپ کو طی پڑھی تکھی دست د قلم پر ہی کی صورت پھر آپ کی عاشق زاروں خود سے آپ پر گردی، خدا جانے کیا تھا کہ آپ کا رقصہ دیکھتے ہی دیوانی ہو گئی۔ وہی عطر پڑا ہوا تھا

کسی اچھے سیالے نے آپ نے پڑھوا یا انہا۔ آپ کو اختری بیگم کی دُھن تھی۔ بھلائونی عورت جو کسی مرد کو چاہے گی وہ یہ گوارا کرے گی کہ کوئی دوسرا عورت اُس مرد کے پہلو میں بیٹھے آخر اس غریب کو لیہی بن پڑا۔ اسی بہانہ سے آپ سے ملی۔ آپ کو پسند نہ ہو تو ابھی سوارکر کے لئے جاتی ہوں۔ اُس کے بھی سینکڑوں گاہک ہیں لواب خوشیدہ مرزا ہاٹھ جوڑتے تھے کہ میرے ساتھ نکاح ہو جائے۔ اختری خود پچھے پڑی تھیں، شہزادی نے آپ کے پیچھے اپنی سلطنت ٹھاڈی۔

ادھر حسینی یہ باتیں کر رہی تھی اُدھر منہ پھر کے شہزادی نے رونما شروع کیا۔ آخرو گوہر مرزا کو منانا پڑا۔ روئی کیوں ہو میں تو کچھہ نہیں کہتا۔ دو آنسوؤں نے وہ دفتر ہی دھوڈالا۔

شہزادی۔ خود گرنے کی بھی سزا ہے۔ اختری میں لال لگے ہیں، مجھ میں کیڑے پڑے ہیں۔

مرد کی گرفتاری کے لئے کوئی لاسا کوئی جمال کوئی چند اس سے بڑھا ہوا ہنیں ہے کہ عورت اُس کو اپنا عشق جتا ہے بشرطِ حسن و جمال شہزادی تو دوست ۲۰۰ عورتوں میں ایک تھی۔ گوہر مرزا اپنی قسمت پر نازاں تھے۔ ان کو گانے کا شوق تھا، شہزادی خوب کا ہی تھی۔ افیون سے بھی شوق تھا اگر چند ڈو سے نفرت تھی یہ جلسہ اُسکو پسند نہ تھا کہ مرد عورت ایک حصے میں لیتے ہیں۔ درہیان میں لمب پ جل رہا ہے چھپے بنائے جاتے ہیں، شہزادی کے طعنوں سے لواب صاحب کا بھی یہ شوق ترک ہوا۔ اس کے بعد اور مشغلهِ شروع ہوئے اُس نے راگ میں رنگ کو ملایا عشق کو چمکایا۔ پاغنوں کی سیر، جنگل کی ہوا، مہما جبوں کا ساتھ، پردا موتوں، آزادی کی دُھن، شہزادی کو دولت کی ہوس حد سے زیادہ تھی۔ ہر وقت نئے عاشق کی جو یاتھی اختری کے دم سے ایک جگہ اسکو پوری کامیابی ہوئی تھی، بو اجتنی نئے شکار کی جستجو میں تھیں۔

احتری کے محل سے شہزادی کے ساتھ حسینی اور حسین علی یہ دو بیوں بھی نکال دئے گئے تھے۔ آخر ایک بڑے ریس کو دام میں لانے کی کوشش ہوئے لگی، جہاں حسین علی ایسے بے بدل کٹھے کا رگزار ہوں وہاں انتظار کا شکوہ نہ فزان کا رونا نہ آہ درزاری کی پھر در نہ اختر شماری کی حاجت چند ہی روز کے ہیروں پھر دل میں مصنوعی اختری (شہزادی) کی سواری بڑے ترک د اختمام سے — راجہ صاحب کی کوہنی میں پہنچ گئی، کہاں سُرخ بانات کی دردیاں پہنچیں۔ لی حسینی گلبدن کا لہنگا پھر کافی ہوئی چاندی کی مچھلی مانگ کے پاس چمکتی ہوئی رفیق کا پایہ پکڑے ہوئے سواری اُتری لیسم اللہ! خود راجہ صاحب تالب فرش لئے کوئی نہیں۔ سیکم صاحبہ بڑی ممکنست کے ساتھ زرفتی مسند پر رونق افراد نہ میں۔ پیچوں منہ سے لگا ہے۔ راجہ صاحب سے راز و نیاز کی باتیں ہو رہی ہیں۔

باق

نواب مرزا اختری کے خیر خواہ قدیم اُن کی بیوی اُن کے بچے سب کے سب
اختری کی نیا صیوں سے مالا مال ہو چکے یہ گھر کا گھر اختری کے نام پر جان دینے کو
آمادہ۔ نواب مرزا آپ نے تصویر بنائے کے کمرے میں نیٹھے ایک تصویر میں رنگ بھر
رہے ہیں۔ اس آنار میں ایک صاحب مقصود علی نامی اُن سے ملنے کے لئے آئے۔
نواب مرزا نے زناہ کی طرف کا در دارہ بند کر کے باہر کا دروازہ لکھوں
دیا اسی کمرہ میں بلایا۔ پا تیس ہوئے لگیں۔ نواب مرزا صاحب کے زخم سب اچھے
ہو گئے تھے مگر دولشان سیاہ ایک بائیں رخسارے پر اور ایک پشاں پر بہت
نمایاں تھے۔

مقصود علی۔ یہ نشان پہلے تو آپ کے چہرہ پر نہ تھے۔

نواب مرزا۔ جی ہاں آپ سے ایک مدت ہوئی ملاقات نہیں ہوئی۔ یہ

عجیب واقعہ ہے۔

مقصود علی۔ ضرور بیان فرمائیے یہ تو اگلے زمانہ میں جب بات پہم
تلواریں کھنکی کرنی تھیں اس زمانہ میں بہت عجیب نہ معلوم ہوتے، اس دامان
کے عہد میں البتہ قابل استفسار ہیں۔

نواب مرزا۔ مگر یہ قصہ کسی قدر بولانی ہے شاید آپ کو اتنی محبت نہ ہو اور گھر

بیان آپ کے سمجھہ میں نہ آئے گا۔

مقصود علیٰ۔ اگر آپ کوئی خاص ضرورت ہو جس سے میرا حاضر ہنا اس وقت خلافِ مصلحت ہو تو خیر درست میں ہمہ تن گوش ہوں ضرور کئے۔

نوابِ مرزا۔ مجھے ایسا کوئی کام نہیں ہے اس وقت آٹھ بجے ہیں میں دس بجے تک گھر میں رہوں گا۔ دس بجے کے بعد سرکار کا کچھ کام ہے۔ پچھری تک جانا ہے۔

مقصود علیٰ۔ سرکار کون! میں تو جانتا تھا آپ خانہ لشین ہیں کسی کے ذکر نہیں، میں۔

نوابِ مرزا۔ یہ سچ ہے میں لذکر نہیں ہوں مگر جس کا نک کھائے وہی سرکار ہے۔ اختری بیکم صاحبہ کو خدا سلامت رکھئے اُنھیں کا لذکر سمجھہ یعنی بلا شرط خدمت۔

مقصود علیٰ۔ اختری بیکم کے نام پر مسکرا کے۔ نوابِ مرزا نے دیکھا مگر کچھ ایسا خیال نہیں ہوا ممکن ہے کوئی ادرا خیال آگیا، ہو انسان کا ذہن تو ایک سیر میں ہے جہاں سینکڑوں منظر ہر دست پیش ہو اگرتے ہیں۔

نوابِ مرزا نے اس کے بعد پورا واقعہ منصوری، لکھنؤ، بیسی اور جودا قات خصوصاً مرآد علیٰ کے تعاقب سے متعلق لکھے سب بیان کئے۔ ان سب واقعات کو ناظرین اچھی طرح جانتے ہیں۔ اختری کے نام پر مقصود علیٰ کے چہرہ کی تبدیلی اور مسکراہٹ مخفیریہ کے سب امور نوابِ مرزا کی نظرؤں سے گذرے نوابِ مرزا کو مقصود علیٰ کی یہ حرکت ناگوار ہوئی مگر اس خیال سے کہ ایک عورت کی شکر گزاری کا انہمار مقصود علیٰ کو عجیب معلوم ہوا ہو گا کیونکہ اکثر قصبات کے رہنے والے عورتوں کی چند اس وقعت نہیں کرتے۔ مقصود علیٰ نے خود ہی اس راز کو کھولنا مشروع کر دیا مقصود علیٰ کو یقین تھا کہ اختری غالباً راجہ صاحب کی کوٹھی میں ہوں گی کیونکہ وہ سب شام جانی ہیں اور دوسرے دن بارہ بجے گھر آئی ہیں۔

مقصود علی - یہ اختری بیگم بڑی شو قین ہیں۔
 نواب مرتضیا - پہلے ہی سے مقصود علی کی حقارتِ امیز تسمیہ سے بدگمان
 ہوا رہے تھے، اس لفظ پر سخت برمی ہو گئے۔ بس بس جا ب میں ایسی محضہ کے
 بارے میں جو ایک ہنایت باعصمت بی بی ہے یہ لفظ رشوقین، انہیں سُن سکتا۔ شاء
 آپ نے یہ لفظ، کسی بُرے خیال سے نہ کہا، ہو مگر ہم اہل لکھنؤ اس لفظ کو مستورات
 خصوصاً بن بیا ہی لڑکیوں کی نسبت ہنسیں کہتے۔

مقصود علی - بڑا تعجب ہے۔ اختری بیگم بن بیا ہی ہیں پھر تو معاف فرمائیے میں
 لے اس لفظ کو بے محل استعمال نہیں کیا۔

نواب مرتضیا - کو ایسا ہی غصہ آیا جیسے کسی شرف کو نجٹ گالی دینے سے آسکا
 ہے۔ مگر غصہ کو تھام کے ذرا اپنا مطلب صاف صاف کہتے۔

مقصود علی - بن بیا ہی لڑکیاں اگر غیر مردوں سے بے مختلف طبیں دوسروں
 الفاظ میں ناجائز تعلقات پیدا کریں تو ان کو شو قین کہنا کوئی بُری بات نہیں ہے۔
 نواب مرتضیا - استغفر اللہ! محال۔

مقصود علی - اس حُسن طن کا تو کوئی جواب نہیں ہے۔ وہی کلکتہ والی بیگم
 جو خورشید مرتضیا صاحب کی تولیت میں تھیں۔

نواب مرتضیا - تو پھر انہوں نے کس سے ناجائز تعلق کیا۔ بالکل جھوٹ

بہتان افتخار۔

مقصود علی - خیر آپ جو چاہیں فرمائیں۔ میں تو خیال کرتا ہوں کہ دہ اس وقت
 کوٹھی میں راجہ صاحب کے پہلو میں تشریف رکھتی ہیں۔

نواب مرتضیا - آپ کو دھوکا ہوا ہو گا۔

مقصود علی - میں بھی یہی کہہ سکتا ہوں۔

نواب مرتضیٰ - آپ کا بیان حشم دید تو ہو نہیں سکتا، سُنی سُنا فی بات پر اتنا
اعظیار۔

مقصود علی - بے شک یہ صحیح ہے۔ مگر بعض سماعی امور بھی مثل معافیت کے
ہوتے ہیں۔ میں ایسے شخص کی زبانی بیان کرتا ہوں جس نے بیگم صاحبہ کو پہلے بھی دیکھا
تھا اور آپ اس موقعہ پر دیکھا جس کا میں نے بیان کیا۔

اتفاقاً نواب مرتضیٰ کی بیوی یہ سب باتیں دروازہ کے پاس کھڑی سن رہی
تھیں انہوں نے کنٹھی کھڑا تھا۔ نواب مرتضیٰ اندر گئے۔ مجھے پان دینے والی ہیں۔
نواب مرتضیٰ بیوی۔ تم کیوں بے کار بحث کرتے ہو۔

نواب مرتضیٰ - لا حول ولا قوہ یہ کیا کہتی ہو، تو میں مان لوں کے بیگم نے راجہ حصہ
سے آشنا کر لی۔

نواب مرتضیٰ کی بیوی۔ اُن کے دشمن مگر اس میں ایک بھید ہے۔ اُن کو ڈالو۔
میں تم سے کہد دیں گی، شہزادی کو تم جانتے ہو۔

نواب مرتضیٰ - پورا واقعہ تو نہیں سمجھے، مگر بیوی کے کہنے سے آپ انہوں نے
باہر آ کے مقصود علی سے یہ کہا۔

اچھا تو آپ اس تذکرہ کو جانے دیجئے، ایک ہفتہ کے بعد میں آپ سے خود
بلوں گا، آپ کچھہ اور ذکر فرمائیں۔

مقصود علی - مناسب ہے پھر اب ہر آدھر کی دوچار باتیں کر کے رخت ہوئے
نواب مرتضیٰ میں گئے۔

بیوی - تم کو یہ حال نہیں معاوضہ - ایک عورت شہزادی نام کی چند روز ہوئے
بیگم کے پاس نہ کر ہوئی تھی، آپ وہ نکال دی گئی، صورت شکل کی اچھی ہے اور بیگم سے
کچھہ یوں ہی سی جھجک بھی ملتی ہے اُس نے کئی رئیسوں کو ٹھکانہ کیا ہے۔ میں خوب سمجھہ کریں

یہ اُسی نے کوئی گل کھلا پایا ہے۔

نواب مرزا۔ تم نے اُس کو دیکھا ہے، ایک بد معاشر عورت کو قرار دا قعی سزا دینا چاہئے۔

بیوی۔ ہاں میں خوب پہچانتی ہوں۔ بیٹک ناک چوپٹ کاٹ گدھ پر سواز کر کے ہندو اتنا چاہئے۔

نواب مرزا۔ تو پھر اسکی قلمی کھولنا چاہئے۔ خواہ مخواہ ایک بے گناہ عصمت رہیں زادی کو بد نام کر رکھا ہے۔

بیوی۔ پہلے گوہر مرزا کو بچا شنا لئا۔ ان کے ہزار دو ہزار روپیہ بگڑواڈے اُب کی بڑا پڑا مارا۔ راجہ صاحب کو دام میں لائی۔ مگر میں کہتی ہوں کہ اگر کسی غریب کو لاپچ ہو تو کچھ بے جا نہیں ہے ایسے ایسے بڑے آدمیوں کو بھی دولت کی ہوں ہے۔
نواب مرزا۔ و دلت کی طمع سے کوئی خالی نہیں۔ مگر اب تمہاری رسائی راجہ صاحب کی گوھی میں کیوں کر ہو۔

نواب مرزا کی بیوی۔ مشکل یہ ہے کہ راجہ صاحب کی کوئی مردانہ مکان ہے۔ وہاں میں نہیں جاسکتی۔ اور ایسی صحبت میں تمہارا بھی گذرنہیں ہو سکتا۔ رانی صاحبہ سے تو میں مل سکتی ہوں۔

نواب مرزا۔ تمہاری خالہ وہاں جاتی ہیں۔ ان کے ساتھ جانے میں کوئی مصالت نہیں ہے۔

نواب مرزا کی بیوی۔ اچھا میں جاؤں گی، کوئی نہ کوئی صورت بکھل ہی آئیگی پھر اس کے بعد کوئی بات دل میں سمجھہ کے خوب ہنسی۔

نواب مرزا۔ یہ آپ ہی آپ ہنسیں گیوں۔

نواب مرزا کی بیوی۔ یہ ابھی نہیں بتایں گے۔ لے تم جاؤ جہاں جائے ہو میں

حالہ کو ابھی بُلا نہیں ہوں۔

لواء مرزا کی بیوی نے دولی زیجح کے اپنی حالہ کو بُلا دیا جا ایک لوزانی صورت ضعیفہ تسبیح ہاتھ میں سجدہ کا گھٹا مانچے پر آئے اُتریں۔ بیٹا مجھے کیوں بُلا یا ہے۔

لواء مرزا کی بیوی۔ حالہ ایک ایسا ہی کام تھا۔ تم رانی صاحبہ کے پاس کب جاؤ گی۔

حالہ جان۔ میں جب جی چاہے جاؤں کوئی میری روک بُوک ہے۔

مرزا نی بیکم۔ میری اچھی خالہ آج ہی چلو اور مجھکو ساختہ لے چلو۔

حالہ جان۔ تم ایک دفعہ گئی بھی تھیں۔

مرزا نی بیکم۔ جی ہاں کوئی پارخ برس موئے۔

حالہ جان۔ تو اب گیا کوئی کام ہے۔ مجھ سے کہو۔

مرزا نی بیکم۔ آپ سے کہنے کا نہیں ہے۔

حالہ جان کچھہ اور سنارا جہ صاحب لے کوئی نئی رندھی کی ہے۔ رانی اُس کے غم میں گرفتار ہیں۔ کسی سے کوئی تعویذ لکھوادو، اپسے میاں سے کہہ کے کوئی عمل پڑھوادو، یہ موئی چھوٹ جائے۔

مرزا نی بیکم۔ اسی لئے تو چلتی ہوں، میں جھڑا دوں گی۔

حالہ جات۔ لے بیٹی یہ بڑا کام ہے۔ رانی بچاری سوکھ کے کانٹا ہو گئی ہیں آخر کیوں کر جھڑا دوں گی۔ کوئی ملا سانا ہے یا کوئی عمل ہے۔ مجھ سے تو کہو۔

مرزا نی بیکم۔ مجھے خود ایک ایسا عمل یاد ہے کہ وہ رندھی آپ سے چلی جائے گی اور نہ جائے تو راجہ صاحب جوتیاں مار کے نکلوادیں گے۔

حالہ جان۔ لے بیٹی تیرے مُنہ میں گھی شکر۔ میں خود صحنک رتھگہ کروں گی ایکی درگاہ میں چلا تو بازدھ آئی رکھی اچھا تو پھر کپڑے بدلو۔

مرزا فی بیگم۔ جلدی جلدی نہائیں، انگلچی کی سر میں تیل ڈالا اپنی حیثیت کے موافق کپڑے پہنے۔

دولوں خالہ بھانجیاں سوار ہو کے حسین گنج پہنچیں۔ ڈیور ڈھی پرسوار میں رکافی گئیں اندر اطلاع ہوئی دلوں طلب ہوئیں۔ مرزا فی بیگم نے رانی صاحبہ کو چھک کے تسلیم کی۔ رانی صاحبہ نے خود ان کی خالہ کو اٹھ کے بندگی کی۔

رانی صاحبہ۔ آہا، یہ مرزا فی بیگم آج کہاں بھول پڑیں۔

مرزا فی بیگم۔ حضور کو سلام کے لئے حاضر ہوئی ہوں۔ اور کچھہ کام بھی ہے۔

رانی صاحبہ۔ سلام تو ہو گیا۔ اب کام بھی کہہ ڈالو۔

مرزا فی بیگم۔ یہ جو کوئی بیگم راجہ صاحب کے پاس آشرف لائی ہیں ذرا

اُن کے سلام کو میں آئی ہوں۔

رانی صاحبہ۔ خفا ہو کے۔ تو پھر میرے پاس کیوں آئیں، مرداں ڈیور

پر گئی ہوتیں۔

مرزا فی بیگم۔ مرداں ڈیور ڈھی پر ہم غریبوں کا کیا کام ہے، وہاں تو بگیات

کا گزر ہو سکتا ہے۔ میں حضور کے ذریعہ سے ملنا چاہتی ہوں۔

رانی صاحبہ۔ تجھ سے دسیرے ذریعہ سے، مرزا فی بیگم نے اختری بیگم

کا حال بیان کی، اول سے آخر تک پھر چھپی نویں کا اُن کے پاس لوگر ہونا۔ اُس کی

چالاکی لوگوں کو اُن کے نام سے پھانتا۔ یہ سب واقعہ تفصیل سے بیان کیا۔

رانی صاحبہ۔ لذاب خور شید مرزا لے جس لڑکی کو پورش کیا تھا اُسی کا

نام اختری بیگم ہے۔ تو یہ اُس کے نام سے لوگوں سے ملی پھر تی ہے۔ اب

میں سمجھی۔ اچھا تماشہ ہے۔

خورشید مرزا میرے عزیز ہیں۔ میں خوب جانتی ہوں۔

مرزا آنی بیگم۔ آپ سے نواب صاحب سے قرابت ہے تو آخرتی بیگم بیاں چلی آئیں گی۔

رانی صاحبہ۔ خورشید مرزا میرے بلوائے سے فوراً بھجوں گے۔

مرزا آنی بیگم۔ یوں نہ آئیں مجھہ کو جانا پڑے گا۔ مگر یہ بات ذرا ظاہر نہ ہو لئے پائی مجھے خون ہے کہ نقلی آخرتی کہیں جھاگ نہ جائے۔

رانی صاحبہ۔ کیا مجال جو کسی پر ظاہر ہو۔ اچھا تم جاؤ۔ آج ہی جاؤ۔

مرزا آنی بیگم۔ حسین گنج سے سوار ہوئیں، معالی خان کی سرای پہنچیں۔ آخرتی بیگم ان کے یک بیاں اور پڑنے سے متعجب ہوئیں۔

آخرتی بیگم۔ یہ آج کہاں آئیں۔ میں خود بلوائے کو تھی۔ جعفرتی بیگم کی نسبت

آئی ہے۔

مرزا آنی بیگم۔ آپ کو بکوئے کو تھیں میں خود حاضر ہوئی۔ کچھ خبر بھی ہے دنیا میں کیا شہر سے اڑے ہوئے ہیں۔

آخرتی بیگم۔ کیا کوئی دنیا کھل پھولا ہے۔

مرزا آنی بیگم۔ یہ شہزادی جو آپ کے پاس ذکر تھی۔ اب وہ آخرتی بیگم بن گئی ہے۔ اب کیا کہوں کیا غصب کیا ہے۔ راجہ صاحب کے پاس پہنچی۔

آخرتی بیگم۔ ہائے غصب! یہ تو بڑا ستم ہے۔ مجھے بے گناہ کو بدنام کرنی ہے می پھر کیا کرنا چاہئے۔

مرزا آنی بیگم۔ آپ رانی صاحبہ کے پاس چلی چلئے۔

آخرتی بیگم۔ اموں جان شاید نہ جانے دیں۔

مرزا آنی بیگم۔ رانی صاحبہ سے اور نواب صاحب سے عزیز داری ہے وہ جانتے ہیں اور پھر وہ گھر ایسا دیسا ہیں ہے۔ ضرور جانے دیں گے۔ آپ کہہ دیجئے گا۔

رانی صاحب نے مجھے بُلانے کو بھیجا ہے۔

اختری بیکم - اور یہ شہزادی کا تو حال نہ ہوں -

مرزا قی بیکم - نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ مردوں سے کوئی ایسی بات
کہتا ہے۔

اختری بیکم نے اجازت حاصل کی۔ نہایت ترک و احتشام سے سوار ہوئیں۔

رانی صاحبہ کو اطلاع پہلے سے دی گئی تھی۔ ڈیور ٹھی پر سواری بڑی عزت
سے اُتری۔ اختری بیکم رانی صاحبہ کے پاس گئیں۔ رانی صاحبہ اُسی طرح میں حب طرح
چھوٹے رشتہ کے عزیز دل سے ملتے ہیں۔ اختری بیکم کی تمیز داری ادب سلیقہ سے
بہت ہی خوش ہوئیں۔

اختری بیکم نے نہایت عمدہ جوڑا۔ بہت قیمتی زیور پہنے تھیں۔ ملازم بھی
زرق برق بیاس سے گھنے پائے سے آراستہ تھے اختری بیکم، جو کسی میں بن پیا ہی
لڑکیوں کا روئیہ ہوتا ہے۔ بہت ستر مالی ہوئی سر جھکا ہوا نہ تملکت نہ غور شر حفظ
سے اس کی شان کے موافق ملنساری سے پیش آنا۔ صورت پر بھولائیں، لغز کی صوت
بن پیا ہے پن کی حالت ہر انداز سے پیدا تھی۔ تمام محل کی عورتیں اس کمین رئیں
زادی کو دیکھ کے گویا فرلفتہ ہو گئیں۔ اب تو حال ہی کھل گیا تھا۔ سب شہزادی کو
لعنت ملامت کر رہے تھے۔ اکثر باہر نکلنے والی عورتیں شہزادی کو جھانک جھانک
دیکھا آئیں۔ اس میں چرچے ہونے لگے۔

ایک عورت۔ ما شار العد کہاں یہ کہاں وہ، ہاں صورت پیچہ یہی سی

ملتی ہے۔

دوسری عورت۔ اُن کے منہ پر امیرانہ پن ہے اس پر دمٹی پناہ رہنے والے
کہاں یہ ستر مالی ستر مالی نجی نظریں، بھولی صورت کہاں وہ چالاک بیباں انگلھیں خدا

لکھا نہیں۔ اُن کے منہ پر ہلکی سی مُسکراہٹ کیسی بھلی معلوم ہوئی تھے۔ ایک اُس کو دیکھو جیسے سمنہ پر ڈھینکرے لوٹتے ہیں۔ کیسے سوکھے ٹھٹھے لگا رہی ہے۔

تیسرا غورت۔ گھنے کو بھی خیال کیا۔ میں تو سمجھتی ہوں پستیں کا ہے جھولے ہوتی ہیں۔

پہلی۔ پستیں تو نہیں ہے۔ میرے نزدیک تو متع ہے۔ وہی دلی وال کندلے کا کام —

دوسری۔ اور وہ سچا بھی ہے تو کیا ہو گا کوئی پاسو جوہ سوکا۔ بیکم کا ہر عدد بھاری سوں کا ہے۔

خود رانی صاحب۔ آنکھوں مار کے کیا باشیں کر رہی ہو۔ اس زیور کی اُس کے گھنے سے کیا مقابلہ۔ یہ جواہرات کہاں سے پاسکتی ہے۔ اسی سے اصلی نقلی کی تمیز ہو سکتی ہے۔ خدا جانے ہڑوں کی کیسی نکاح ہوئی تھے۔ ذرا راجہ صاحب کو آئندہ۔ اسی زیور سے بات نکلے گی۔ اختری اُن کے سامنے تو جانہیں سکتی۔ زیور دیکھ کے راجہ صاحب کی آنکھیں ٹھلیں گی۔ دیکھیں تو ان کی بیگم صاحبہ کے پاس کوئی عدد اس جوڑ کا نکلاسا ہے۔

راجہ صاحب رات کو دس بجے رانی صاحبہ کے ساتھ خاصہ نوش فرماتے تھے حسب معمول تشریف لائے۔ راجہ صاحب، تختوں کے چوکے پر مسند بھی ہے تکیہ تکیہ سے لگے بیٹھے ہیں۔ مختصر دستر خوان۔ ہے سامنے رانی صاحبہ بیٹھی ہیں لکھا ناچنا جاتا ہے۔ خاصہ والی کے سامنے چھوٹی چھوٹی ٹیلیاں چاندی کی رکھی ہیں ایک اور پیش خدمت چینی کی رکابیاں خاصہ والی کے آگے رکھتی جاتی ہے۔ رانی صاحبہ کے آگے سیلان چی آف آپہ آیا ہے کلی کر کے دست پاک سے ہاتھ پوچھہ رہی ہے۔ راجہ صاحب کی طرف متوجہ ہو کے یہ آج کل کون بیگم صاحبہ آپ کی سرکار میں داخل ہوئی ہیں

اُن کے تو بڑے شہرے میں۔

راجہ صاحب۔ کسی قدر تیوری چڑھا کے۔ میں نے آپ سے بارہا کہا ہے کہ مردانہ کے بارے میں آپ کچھہ دخل نہ دیا کریں۔ خدا جانے کون آتا ہے۔ کون جاتا ہے۔ آپ کو باہر کے دھندوں سے کیا سروکار۔

رانی صاحبہ۔ میں کچھہ دخل دینا نہیں چاہتی اور نہ میں نے آج تک کسی کی لڑکی۔ ان بیگم صاحبہ کے واقعہ سے میرا ایک ذاتی تعلق ہے۔ نہ وہ تعلق جو صرف آپ کے واسطے ہو بلکہ میرے ایک عزیز کو نقسان پیش رہا ہے۔

راجہ صاحب۔ شاید آپ کے کسی عزیز کو نقسان پہنچتا ہو مگر میرا توفائدہ ہے۔ بالفعل میں مقرر ہوں اور بیگم صاحبہ کے پاس اُن کے ذاتی لذت ہیں قرضہ کی گفتگو ہو رہی ہے۔ شاید بہت کم سود پر اُن سے روپیہ مل جائے۔ اس معاملہ کے سلسلہ میں میری اُن کی راہ درست ہو گئی ہے۔ ہم خرما وہم ثواب۔

رانی صاحبہ۔ مُسکرا کے، تو یہ بیگم صاحبہ سودی روپیہ چلانی ہیں۔ لکنار پسہ اُن کے پاس ہے اور وہ کس بنیک میں جمع ہے۔

راجہ صاحب۔ آپ کو یقین نہیں آتا، اس لئے آپ مذاق سمجھتی ہیں۔ میں خود بنیک کے میجر سے مل کے دریافت کر چکا ہوں۔

رانی صاحبہ۔ یہ بالکل درست ہے۔ میجر نے صحیح اطلاع دی ہے۔ مگر جن کا

روپیہ ہے اُن کو آپ جانتے بھی ہیں۔ کیوں کہ آپ نے سمجھہ لیا کہ یہ وہی ہیں۔

راجہ صاحب۔ ایک تھقہ لگا کے۔ وہ روز میرے پاس آئی ہیں۔

رانی صاحبہ۔ میں اور کچھہ نہیں کہتی صرف ایک بات پر خور کر لیجئے۔ جس شخص کا انتار روپیہ بنیک میں جمع ہو اور وہ کنٹلہ کی بالیاں جھوٹے ٹوٹیوں کی پہن کے

آئے۔

راجہ صاحب - جھوٹے مونی یہ کسی نے غلط کہا ہے۔

رائی صاحب - بھلاں کا سب زیور آپ کی بکاہ میں کتنی مالیت کا ہوگا۔

راجہ صاحب - میں تو می اُس نار نہیں جو ہری نہیں جوز زیور کی مالیت آنکھوں

رائی صاحب - پھر آپ رہیں ہی خدا لے آنکھیں دی ہیں۔ لاکھوں کا زیور

دیکھ دالا ہو گا۔ بقول شفہ راجہ کے گھر میں موتوں کا کال۔

راجہ صاحب - پتے بالیاں سادی ہیں مگر جھوٹے مونی نہیں۔

رائی صاحب - اچھا وہ سچے ہی جھوٹے جھوٹے مونی جیسے عزیب لوگ بالیوں

میں ڈالتے ہیں۔ کمرے شیر دہاں کے، چھپاکلی۔ دھکدھکی۔ سونے کی پانزیب، اچھا آسی

پر نصیلہ ہے۔ پاؤں کا زیور سُہری ہے روپہلی۔

راجہ صاحب - روپہلی۔ سونے کا کون ہنتا ہے۔

رائی صاحب - یہ نہ کہو جس کو خدادے۔ اختری کی دھکدھکی اور مالا منہنے

رکھ دیا ایسا کوئی عدد ہے۔

راجہ صاحب - یہ نہ تھا راز زیور ہے۔

رائی صاحب - جی نہیں میرا نہیں ہے۔ میرے پاس بھی ایسے تعمیٰ عدد کہاں ہیں؟ ایک پیش خدمت کو اشارہ کر کے۔ سب گھنا اُڑواala۔

پیش خدمت نے ایک چاندی کی کشتی میں تمام زیور اختری بیکم سالا کے سامنے رکھ دیا۔

راجہ صاحب - یہ کیا فروخت کے لئے آیا ہے۔ اس کے بعد ایک ایک عدد اٹھا کر عنبر سے دیکھنے لگے، کیسا زیور ہے؟

رائی صاحب - بڑی فخر کے ساتھ، یہ اختری بیکم لاکھ زیور ہے وہ جس کے لاکھوں روپیہ بنیک میں جمع ہیں۔

راجہ صاحب - یہ آپ کے پاس کس طرح آیا؟

رامی صاحبہ - جس کا ذیور ہے وہ خود میرے پاس موجود ہے۔ میری عزیز نہ ہے۔ اُس کے دشمنوں پر کیا ایسی بُنی تھی کہ وہ غیر مردوں کے پاس آشنا ہی کرنے کو دور سی جاتی۔ بن بیدھی لڑکی۔ نیک عالی خاندان اُس کا رد نگٹا غیر مرد نے آنکھ سے نہ دیکھا ہو گا۔

راجہ صاحب - تو یہ کون ہے؟

رامی صاحبہ - یہ اختری بیگم کی چھٹی نو لیں ہے پندھ رود پہہ پر لاکھ ہوئی تھی خراب چال حلپن تھا۔ اس لے بھائی خور شید مرزا نے زکال دیا۔ اب وہ لوگوں کو جعل سے ٹھکستی پھریتی ہے۔ پہلے ایک ریس ہیں گوہر مرزا اُن کو یہی جال دیا۔ جب جال کھلا ہاتھ حور لئے لگی۔ خاموش ہو رہے ہے۔ اب بھی اُن کے پاس ہے۔ کچھ لوگ اختری بیگم کے حوالے لگی۔ خاموش ہو رہے ہے۔ اگر آپ کی اجازت ہو تو بھیج دی جائیں۔

راجہ صاحب۔ مگر کوئی فساد نہ ہو۔

رامی صاحبہ کیا مجال فقط سلام کر کے مزاج پلاچھ کے چلنے آئیں گے مگر پھر وہ یہاں پھریں گی نہیں۔ اگر آپ کا جی چاہتا ہو کہ وہ آپ کی سرکار میں اور کچھ دل رہیں تو خاموش ہو جائیں دل میں سمجھہ لیجئے اور جو نکالتا منظور ہو تو ان لوگوں کو جانے دیجئے۔

راجہ صاحب۔ اس فقرہ سے کہ گوہر مرزا کے پاس ہے بالکل بخواستہ خاطر ہو گئے تھے۔ مرزا ای بیگم اور ایک مغلانی کو جانے کی اجازت دی گئی۔ شہزادی گاؤں تکمیل سے لگی، بڑی تکمیل سے بیٹھی ہوئی تھی۔ مرزا ای بیگم اور وہ مغلانی دونوں سامنے جا گھٹری، ہوئیں۔ شہزادی کا یہ حال ہوا جسے کسی پر دفعہ بھلی گئے۔ اندر کی سانس اندر اور باہر کی باہر منہ کھول کے رہ گئی۔ ان دونوں

کو بے بسی کی نگاہ سے گھوڑے کے دیکھا مگر فوراً منہ جھکا کے بغلیں جھانکنیں لگیں۔ ان لوگوں میں بھی زیادہ چھٹپتی چارٹ مناسب نہ سمجھی فوراً اُلٹے پاؤں دا پس آئیں۔ ادھر شہزادی نے سب کی نظر بجا کے اپنے گھر کا راستہ لیا۔ یہ بھی نہ معلوم ہوا کہ سوراہ ہو کے گئی یا پیدل بھاگ گئی۔

جب یہ لوگ محل میں دا پس گئے بڑی دیر تک اُس کی ہنسی رہی۔ رانی صاحبہ کے سامنے اس کی نقل کی گئی۔ ایک عورت بیگم صاحبہ بن کے بیٹھی۔ ان دونوں نے اسی طرح جھک کے تسلیمیں کیں، غرض پورا ایکٹ کیا گی، راجہ صاحب باہر جا چکرے۔ ذکر دوں سے اُس کے جانے کی کیفیت دریافت کی گئی۔ سب نے بیان کیا، ہیں معلوم زمین میں سماگئی یا آسمان پر اڑا گئی۔ یہ کچھہ نہ معلوم ہوا کہ ڈولی کون لا یا۔ آخر یہ قیاس کیا گی کہ حسین علی ڈیورٹھی پر موجود تھا وہ اپنا چادرہ اُردھا کے پیدل لے گیا۔ ایک ملازم جو سودا لینے گیا تھا اُس نے حسین کے ساتھ ایک عورت کو نہ کر کے کنارے دیکھا۔ اکٹھ کھکایا جاتا تھا۔

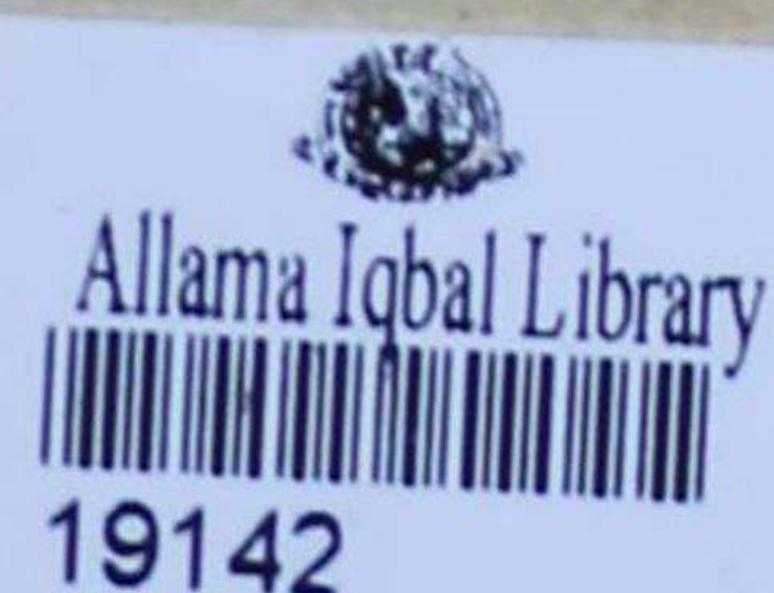
اس کے بعد اختری بیکم سع اپنے عملہ کے گھر پر آئیں۔ یہاں خورشید مرزا صاحب سے یہ واقعات بیان ہوتے۔ نواب مرزا بھی موجود تھے۔ یوں ہی کوری بکل گئی، میں ہوتا سر مونڈ لیتا، ناگ کاٹ لیتا۔ کچھہ نہیں تو پانچ جو تے تو لگا دئے ہوتے ہائے یوں ہی چھوڑ دیا۔

اسی سلسلہ میں رانی ماہاجبہ سے اختری بیکم سے پیام سلام کے بعد قرنیشیہ کا معاملہ ہوا۔ کئی لاکھ روپیہ علاقہ کی کھالت سے فرض دیا گی۔ راجہ صاحب کو اختری کے دھوکے سے جو نقصان ہوا تھا اُس سے کہیں زیادہ نفع ہوا۔

بیکم جعفر علی کے ساتھ نادری کی شادی کا سامان ہوا۔ خود اختری

ما بخہالے کے گئی۔ بڑی دھوم سے بارات آئی۔ ہزاروں کا جہیز دلے کے نادری کی رخصتی ہوئی۔ نواب مرزا کے ایک بھائی سلطان مرزا نے نواب مرزا کے اشارے سے جعفری کا پیام دیا۔ جعفری راضی نہ ہوتی تھی مگر سب نے سمجھا کے ان کی بھی شادی کر دی۔ نادری کو جتنا جہیز دیا گیا تھا۔ اسی کے مثل جعفری کو بھی ملا۔

جب دونوں لڑکیاں اپنے اپنے گھروں کی ہو گئیں تو آخری نے طرف پر زور ڈال کے خورشید صرہ کا نکاح ہرمزی کے ساتھ کر دیا۔ مگر آخرتی اپنی شادی پر کسی طرح راضی نہ ہوتی۔



حکم شد

سید وصی اشرف چشتی دہلوی نے عنیار پریس میں چھپا اکر کتب خانہ علم و ادب کراچی سوئیچ کیا۔